

تصوف میں صوفیانہ نظریہ کی مدد سے ڈی ایچ لارنس کی تحریروں میں موضوعات اور نظریات کی ایک جامع تفہیم

D.H. Lawrence Works in the Light of Mysticism

مترجمین

دولت خان*

فردوس عطا**

Abstract

FereshtehZangenepour (2000) describes Lawrence's world of fiction as 'more or less esoteric, non-theological, and, mystical religion' (p. 1). Zangenepour concludes that Lawrence was informed, fascinated, and influenced by the ancient Persian religions and Sufism. In this paper, however, I argue that Lawrence's interest in what is ancient wisdom brings him in direct or indirect contact with Sufi metaphysics. This particular outlook on the world brings him closer to a Sufi universe in two ways. Firstly, one of the central ideas that the following paper pursues is the importance for Sufi thought of concrete, sensuous embodied self-discovery that is made sense of in the relationship with the beloved as can be understood in Lawrence's sacral treatment of body

Secondly, this paper takes a closer look to some of Lawrence's spiritual works including his Study of Thomas Hardy to show his sustain argument about the existence and influence of

* اسٹنٹ پروفیسر، لیبیل یونیورسٹی آف ایگریکلچر، واٹر اینڈ میرین سائنسز، اوٹھل، بلوچستان۔

** اسٹنٹ پروفیسر، لیبیل یونیورسٹی آف ایگریکلچر، واٹر اینڈ میرین سائنسز، اوٹھل، بلوچستان۔

transcendental cosmic realities. Moreover, the following discussion also includes a discussion of Lawrence correspondences to reveal his possible engagement and biographical information of the time when Lawrence was writing these spiritual essays and novels mentioned.

تخصیص

فرشتے زئینفور (۲۰۰۰) لارنس کے افسانے کی دنیا کو کم و بیش باطنی، غیر مذہبی، اور صوفیانہ مذہب ' کے طور پر بیان کرتا ہے۔ (صفحہ ۱) زئینفور نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لارنس کو فارسی کے مذاہب اور تصوف سے آگاہ، متوجہ اور متاثر کیا گیا تھا۔ تاہم اس مقالے میں، میں یہ استدلال کرتا ہوں کہ لارنس کی قدیم حکمت میں دلچسپی اسے صوفی مابعد الطبیعات سے براہ راست یا بالواسطہ رابطے میں لاتی ہے۔ دنیا کے بارے میں یہ خاص نقطہ نظر اسے دو طریقوں سے ایک صوفی کائنات کے قریب لاتا ہے۔ سب سے پہلے، مرکزی خیالات میں سے ایک جس کا مندرجہ ذیل مقالہ پیروی کرتا ہے وہ صوفی افکار کے لئے ٹھوس اور حساس مجسم سازی کی دریافت کی ہے دوم، یہ مقالہ لارنس کے روحانی کاموں پر گہری نظر ڈالتا ہے جس میں اس کا مطالعہ تھامس ہارڈی بھی شامل ہے تاکہ ماورائے کائناتی حقائق کے وجود اور اثر و رسوخ کے بارے میں اپنی مستقل دلیل کو دکھا سکے۔ مزید برآں، مندرجہ ذیل گفتگو میں لارنس کے خط و کتابت پر گفتگو بھی شامل ہے تاکہ اس کی ممکنہ مصروفیت اور اس وقت کی سوانحی معلومات کا انکشاف کیا جاسکے جب لارنس یہ روحانی مضامین اور ناول لکھ رہے تھے۔ اہمیت ہے جس کا احساس محبوب کے ساتھ تعلقات میں ہوتا ہے جسے لارنس کے جسمانی سلوک سے سمجھا جاسکتا

کلیدی الفاظ: تصوف، الوہیت، جامع نظریہ، جسمانی اور روحانی تعلق، کائناتیات، مابعد الطبیعات، وجودیت، (ontology)۔

تعارف

انگریزی ناول نگار ڈی ایچ لارنس (۱۸۸۵ء-۱۹۳۰ء) بیسویں صدی کے اوائل میں ایک مؤثر ناول نگار تھا (لیویس، ۱۹۵۵)۔ ان کے افسانوں اور دیگر تحریروں کا سب سے اہم موضوع مرد اور عورت کا رشتہ ہے۔ تاہم وہ اس تعلق کو ایک مقدس معنی دیتا ہے کہ عام زبان اور خیالات کے ساتھ انسانی رشتوں کو نپٹنے کے

بجائے، وہ اپنی پیش کش میں ایک مابعد الطبیعت کا سہارا لیتا ہے۔ یہ استعارہ یاتی لہجہ اس کے کرداروں کو انسانی رشتے میں دلچسپی اور وجودیات میں معنی دیتا ہے۔ انسانی جذبات کو پیش کرنے کا یہ غیر معمولی انداز پوری طرح سے کوئی نئی چیز نہیں ہے یا ضروری نہیں کہ انگریزی ادب میں غیر ملکی اثر و رسوخ ہو۔ ہم رومانٹک موومنٹ اور بعد میں وکٹورین ادب میں ایسے ادبی رجحانات دیکھ سکتے ہیں۔ ولیم بلیک سے تھامس ہارڈی تک انسان کے جذبات اور تعلقات کے امور کے حوالے سے اس طرح کے نظریاتی اور نسلی تشویش کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ انسانی تعلق ہے یا کائناتی تعلقات۔

تاہم، یہ بھی سچ ہے کہ اس وقت کے دوران جب ہم انگریزی مصنفین میں اس طرح کا رجحان دیکھتے ہیں تو کوئی بھی اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ اس قسم کا فارسی صوفی ادب انگریزی قاری کے لئے تیزی سے دستیاب ہوتا جا رہا ہے۔ ولیم جونز کے اٹھارہویں صدی کے اواخر میں مشرقی ادب کے ترجمے سے لے کر ایڈورڈ فٹز جیرالڈس (۱۸۰۹-۱۸۸۳) تک عمر خیام کے روایات قرون وسطیٰ کے فارسی صوفی شاعری کا مشہور آیت ترجمہ رومانوی اور وکٹورین مصنفین کی طرف سے پسند کیا گیا تھا۔ مندرجہ ذیل پیرا گراف میں، میں صوفی ادب کے مابعد الطبیعیاتی تھیم اور لارنس کے نظریاتی نقطہ نظر کے علاوہ، ممکنہ رابطوں کی بھی تلاش کروں گا جو لارنس کی تصوف کی تصنیفات کی طرف راغب ہو سکتی ہیں۔

ادب کا جائزہ

لارنس کی تنقید کو تین ادوار میں درجہ بندی کیا گیا ہے ان کی تنقید کا ابتدائی دور ان کی زندگی کے دوران ان کی کتابوں کے جائزوں پر مشتمل ہے، جس میں زیادہ تر نقادوں نے اگرچہ ان کی فنی صلاحیتوں کو تسلیم کیا تھا، لیکن ان کے ناولوں کو اخلاقی بنیادوں پر اس حد تک چیلنج کیا گیا تھا کہ ان کے بعد کے ناولوں کو یا تو مسترد کر دیا گیا تھا یا اشاعت کے بعد انگلینڈ میں پبلشرز پر پابندی عائد کر دی

دوسرا زمانہ ان کی وفات کے بعد ۱۹۳۰ء کے دوران ان کے کام کی سوانح حیات اور نفسیاتی مطالعات پر مشتمل ہے۔ اس دور کے ادبی نقاد یا تو اس کے حامی تھے یا تنقید نگار۔ تاہم، کسی بھی قسم کے ناقدین کو اس کے

کام کی سوانحی مطالعات کا جنون لگتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی ادب کی خوبی کا جائزہ لینے اور اسے قائم کرنے میں ابھی بہت وقت تھا۔

تاہم، لارنس کے فن کے بارے میں یہ ابتدائی رد عمل اس کے اعتقادات اور زندگی کے بارے میں تصور کے کچھ بہت ہی اہم پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بیشتر نقادوں کے لیے لارنس کے فن کو اس معنی میں جگہ تفویض کرنا مشکل تھا کہ وہ آرٹسٹک شکل کے ساتھ تجربہ کر رہا ہے جس میں اسے جدیدیت پسند مصنف کی حیثیت سے غور کرنا کافی ہوتا، تاہم، مشکل یہ تھی کہ ان کے مضامین کے معاملات اور اعتقادات رومانوی روایات کے بہت قریب تھے۔ ابتدائی ناقدین کے درمیان اس الجھن نے لارنس کے فن پر رائے کو تقسیم کیا اور انگریزی ادب کے بہت سارے بااثر نقادوں نے تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس کے ناولوں میں نئی شکلاور خصوصیت کے علاوہ فطری دنیا کے ساتھ ساتھ کاسلوک اور احساس کی دنیا سے ماوراء تخیلاتی اسے ایک اعلیٰ تصوراتی فنکار بنا دیتا ہے اور اسے وائٹ مین اور ورڈز ور تھ جیسی ماورائی پسندوں اور سینتھیسٹوں کی رومانوی روایات میں جگہ دیتا ہے۔

تاہم، لارنس کے کام پر سب سے زیادہ اہم تنقید ۱۹۵۰ اور ۱۹۶۰ کی دہائی (ہیون، ۱۹۹۷) کے دوران نیو تنقید کے ابھرتے ہوئے سامنے آتی ہے۔ سب سے اہم تنقید انگریزی ادب کے دو بہت ہی بااثر ادبی ناقدین ٹی ایس ایلوٹ (۱۹۳۴) اور ایف آر لیوس (۱۹۵۵: ۶۷) سے آتی ہے۔ ایلوٹ کی تنقید جسے لیوٹسی روایات میں زیادہ تر نقاد بے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ لارنس کے فن کو بیسویں صدی کی پہلی سہ ماہی جیسے جوائس، اور پائونڈ اور وولف کی جدید ماہر فنکارانہ تخلیق سے زیادہ مختلف سمجھا جاتا ہے، مجھے ایسا لگتا ہے یہ اس کی روحانی بصیرت ہے۔، جس چیز نے ایلوٹ جیسے مذہبی اخلاقیات کو سب سے زیادہ ناراض کیا، وہ اس کا غیر مذہبی یا مذہبی رویہ نہیں تھا بلکہ ایک مختلف سطح پر ان کی گہری مذہبی حساسیت تھی، جسے صوفیاء روحانی بیداری کہتے ہیں۔ مارک اسپلکانے ایلوٹ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ، "مکتہ یہ ہے کہ لارنس نے روایت یا ادارہ کی کسی بھی پابندی سے پوری طرح زندگی کی شروعات کی، ان کے پاس اندرون روشنی کے علاوہ کوئی رہنمائی نہیں تھی، سب سے زیادہ ناقابل اعتماد اور دھوکہ دہر رہنما تھا جس نے خود کو آوارہ انسانیت کی پیش کش کی" (۱۹۶۳، صفحہ ۲)

لارنس کے اخلاقی اور مذہبی بنیادوں پر کیے جانے والے کام کو مسترد کرنے کے برعکس، لارنس کو بعد میں بہت سارے نقاد اسے ایک گہری مذہبی ادیب کی حیثیت سے پاتے ہیں۔ مارک کنکلیڈ ویکس (۲۰۰۱) نے لارنس کو ”ایک جذباتی مذہبی آدمی“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور لارنس کی قدر کی پیمائش کرنے کے لئے مذہب کی وضاحت کی گئی ہے۔ کنکلیڈ ویکس لارنس کے نظریاتی اور مذہبی عقائد کو سمجھنے میں ان کی نااہلی کا اعتراف کرتا ہے۔ تاہم، وہ لارنس کے کام میں کچھ روحانی گونج کو پہچانتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ لارنس کے آرتھوڈوکس مذہب کے بارے میں باغی رویہ روایتی مذہبی ادارے کی ”ذاتی محبت اور سب سے بڑھ کر دیوتا“ کی روحانی جستجو کو پورا کرنے میں ناکامی کی علامت ہے۔ کنکلیڈ ویکس کے مطابق لارنس ”روح القدس“ کا تجربہ کرنا چاہتا تھا جو روایتی مذہبی ذرائع سے ممکن نہیں تھا۔ کنکلیڈ ویکس لارنس کے مذہبی عقائد کو تنہا بائبل کی روایات میں ڈھونڈتا ہے اور کسی بھی صوفیانہ روایات میں لارنس کے صوفیانہ رجحان کو تلاش کرنے میں ناکام رہتا ہے حالانکہ وہ لارنس کے کاموں میں ایسی بصیرت کی موجودگی کو پہچانتا ہے۔ لارنس کے صوفیانہ انداز کے حوالے سے لارنس کے کام کا ایک انتہائی اہم نقاد فریڈرک کارٹر ہے۔ کارٹر (۱۹۳۲) کا خیال ہے کہ لارنس کے افسانے کی گہرائی اور دخل اندازی اس کے تصوف سے نکلتی ہے۔ وہ لارنس کے اپنے کرداروں کے اندرونی تجربے کو خدا کی طرف لارنس کا صوفیانہ سفر قرار دیتا ہے۔

ایسے ناقدین ہیں جو لارنس کی روحانی بصیرت اور اس کی مذہبی علامت پرستی کو واضح کرتے ہیں کہ وہ یا تو اپنے غلط مسیحی نظریات پیش کر رہے ہیں (پٹاک، ۱۹۹۰) یا عیسائی خرافات کو زندہ کرتے ہیں (جوز، ۱۹۹۵)۔ اسی طرح، نینیٹ نورس (۲۰۱۵) جیسے نقاد قرون وسطی کے دورانیے کے لئے لارنس کی مذہبی علامتوں کا پتہ لگاتے ہیں۔ تاہم، دوسری طرف، ڈیوورا ای براسارڈ (۱۹۸۴) مغربی اور مشرقی تصوف کے نظریہ کے ساتھ لارنس کی شاعری کا مطالعہ کرتی ہے۔ لارنس کی بہت سی شاعری میں وہ خدا کی وحدت کا تصور ایک اہم موضوع ہے۔

تحقیق کے طریقہ کار

اس مقالے نے متنی اور سیاق و سباق کا طریقہ اپنایا ہے۔ دلیل کے ثبوت مصنفین کی دی گئی ادبی تحریروں کے ادبی تجزیے کے ذریعے جمع کیے جاتے ہیں۔ سیاق و سباق کو تاریخی اور سوانحی ذرائع سے جمع کیا گیا ہے۔

کلیدی دلائل

لارنس کی تحریروں کے دو پہلو جیسے ان کا اسٹڈی آف تھامس ہارڈی تصوف سے وابستہ ہے جہاں میرے خیال میں ایک متوازی فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے اور صوفی ادب سے اس کے ممکنہ تضادم کی میری دلیل کی تائید کرتا ہے۔ ایک علامت کا استعمال اور دوسرا اس کا استعارائی نقطہ نظر۔ اس کی علامت اور وژن میں لارنس، صوفیاء کی طرح، بظاہر مذہبی امنگ اور روحانی سچائی کے بارے میں عجیب و غریب فہم رکھتا ہے۔ لارنس کو مذہب میں جذباتیت پسند نہیں ہے وہ اسکول میں بھی کہتے ہیں جب اساتذہ نے عیسیٰ کی داستان سنائی تو اچھے عیسائی سے توقع کے مطابق اسے یسوع کے لئے افسوس نہیں ہوا، تاہم، وہ کہتے ہیں پھر بھی مجھے بہت حیرت ہوئی۔ (۱۹۷۹ء، صفحہ ۳۶) لہذا وہ عیسیٰ کے لیے تعجب میں مبتلا ہے جو خود انسانیت کے تحفظ اور نجات کے لیے دکھ اور تکلیف کا شکار ہے اور نہ ہی اس کے اقوال میں کسی ایک سیدھے راستے پر چلنے اور یسوع کے نام پر استباز مذہبی تبلیغ میں کوئی دلچسپی ہے۔

اس نے اسٹڈی آف تھامس ہارڈی کے آغاز میں اپنے مذہبی اور استعارائی وعدوں کی وضاحت کی ہے جہاں وہ انسان کی تاریخ کے مادیت پسند پہلو کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی اولاد کی خوبی اور حفاظت کے لئے انسان کی جدوجہد کا ذکر کرتے ہیں۔ تاہم، وہ نوٹ کرتے ہیں کہ "بنی نوع انسان کی تاریخ پوری طرح سے خود کو بچانے کی کوشش کی تاریخ نہیں ہے جس کی لمبائی حد سے زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور اسراف ہو چکی ہے" (لارنس، ۱۹۸۵ء، صفحہ ۷)۔ لارنس کا حقیقی وجود 'ابدی فینکس' کے شعلوں میں بھاگنے میں ہے اور وہ نوٹ کرتے ہیں، "شعلہ تمام کہانی اور ساری فتح تھی" (لارنس، ۱۹۸۵ء، صفحہ ۸)۔ اصل زندگی، پوست کے اوپری حصے پر سرخ پھڑپھڑ ہے، جو اس کے تحفظ کے لئے پریشان نہ ہونے اور موت سے خوش ہونے کی بہترین شکل ہے کیونکہ

زندگی اپنی راکھ سے نکل جاتی ہے۔ کائنات کے ساتھ اس کے تعلقات میں زندگی کے ابدی احساس کا یہ خیال ایک صوفی علم الجزائی جستجو ہے جس کے بارے میں لارنس کو اپنے مضامین لکھنے سے پہلے آگاہ ہونا چاہئے جس پر میں اس مضمون میں بعد میں بحث کروں گا۔ ایسا لگتا ہے کہ لارنس کی روحانی ہنگامی کی طلب اور لارنس کی تحریر میں مذہبی سچائی کے بارے میں ان کی سمجھ میں جسمانی رابطے کا احساس موجود ہے، جیسا کہ ہم ان کے مضمون، جسم اور دماغ کے کام میں پوست کے پھول اور زندگی کے شعلے کو دیکھ سکتے ہیں۔ ایک روحانی طور پر چارج ماحول میں۔ ایک حقیقی روشن خیالی کے حصول کے لئے، جو وجود کا سیاہ مادہ ہے۔ روحانی توانائی جو ہمیں مکمل علم کی رہنمائی کر سکتی ہے اور بیداری کی حالت میں خیالات اور نظریات سے نہیں آتی، یہ ہمارے جسم میں رہتی ہے اور اس توانائی کے ذریعہ ہم ایک بڑے کائناتی وجود سے مربوط ہو سکتے ہیں جس کا ہم صرف ایک حصہ ہیں اور جب تک اس تعلق سے ہماری تفہیم سطحی نہیں رہے گی۔

اسی طرح صوفی روایات کی کہانیاں اور تمثیلیں روح و جسم، محبت اور رشتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی اور روحانی طور پر زندہ اور مردہ ہونے کا مرکزی موضوع بیان کرتی ہیں۔ رومی دی متھنوی اس کی ابتدا سرکیلی بانسری کی کہانی اور اس کے جسمانی لا تعلقی سے اپنے 'اوسیر بستر' سے کرتی ہے۔ لیکن یہ "مدعی نوٹ" میں زندہ رہتا ہے جب بھی کسی عاشق کے لبوں کو چھونے سے محسوس ہوتا ہے۔ کوئی ایسا شخص جو حقیقی معنوں میں زندہ ہے۔ جسمانی اور روحانی طور پر اس کے وجود میں محبت کے شعلے کی وجہ سے لارنس نے پوست اور فینکس کے استعاروں میں جو وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رومی متھنوی کے آغاز میں جسم اور روح کے اس موضوع کو زیادہ فصاحت سے پیش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اس نے ذکر کیا،

جسم روح سے پردہ نہیں کرتا ہے، نہ ہی روح / جسم سے، / پھر بھی کسی نے کبھی روح کو نہیں دیکھا ہے۔ / بانسری کا یہ طوفان آگ ہے، محض ہوا نہیں۔ / جس کو اس آگ کی کمی ہے وہ مردہ ہو! / اس محبت کی آگ ہے جو بانسری کو تحریک دیتی ہے، / اس محبت کا خمیر ہے جس میں شراب موجود ہے۔ / بانسری تمام ناخوش محبت کرنے والوں کی امانت ہے۔ / ہاں، اس کے تناؤ میں میرے انتہائی راز پوشیدہ ہیں (رومی، ۱۹۷۹،

لارنس کے مقابلے میں، رومی کی علامتیں مکمل ہیں اور ایک دوسرے کی طرف جانے والی، سرکیلی بانسری کی وسیع علامت میں رومی اپنے جسم اور روح کے تصور اور محبت کے ٹرانسپورٹیشن اثر کو واضح کرتا ہے۔ وہ کہانی میں مزید یہ کہتا ہے کہ یہ بانسری کی جسمانی لا تعلقی ہے جو اپنے راگ کو پیارے اور عاشقوں کے لیے موثر بناتی ہے جو اپنے محبوب کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں،

سلام، پھر، اے پیارے، پیارے پاگل پن! / تو جو ہماری تمام کمزوریوں کو شفا بخشتا ہے! / ہمارے فخر اور خود غرضی کا معالج کون ہے! / ہمارے افلاطون اور ہمارے گیلن کون ہیں! / محبت ہمارے زمینی جسم کو آسمان تک بلند کرتی ہے، اور بہت ہی پہاڑیوں کو خوشی کے ساتھ ناچتی ہے! / اے محبوب، 'دو مرتبہ محبت جس نے پہاڑ سینا کو زندگی بخشی، / جب "یہ لرزاٹھے، اور موسیٰ جھلس کر گر پڑا۔" / کیا میرے محبوب نے مجھے صرف اس کے ہونٹوں سے چھو لیا، میں بھی بانسری کی طرح پھٹ پڑتا۔ راگ میں محبوب سب کچھ ہے، محبوب صرف اس پر پردہ کرتا ہے۔ / محبوب زندہ رہتا ہے، محبت کرنے والا ایک مردہ چیز ہوتا ہے (رومی، ۱۹۷۹، صفحہ ۱-۲)۔

یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ رومی اور لارنس نے استعاراتی دلیل کے اظہار میں ایک جیسے استعاراتی انداز کو اپنایا ہے۔ یہاں کا "محبوب" وجود کی جسمانی شکل ہے، زندگی کا بہترین لمحہ ریڈ بانسری کی طرح اور لارنس کی طرح پوسٹ سے سرخ۔ ایک اور جگہ رومی بھی اسی خیال کو سیدھے سادے انداز میں بیان کرتا ہے، وہ نوٹ کرتا ہے، "بظاہر شاخیں پھلوں کی وجہ ہے، / لیکن واقعی یہ شاخیں پھلوں کی وجہ سے موجود ہے" (۱۹۷۹، صفحہ ۱۲۸)۔ زندگی اپنے وجود کو بہترین لمحے اور کسی بڑی چیز کی خاطر گزارنے کے لائق ہے۔ یہ ان "پیادوں کے ہونٹوں،" کا "لمس" ہے جو رومی میں ایک صوفی تجربہ بھی ہے اور موسیٰ پر وحی کرنا محبت کا ایک عمل تھا متھنوی کی مذکورہ بالا سطروں کو پڑھتے ہوئے، یہاں کوئی صوفی علامت کی الجھن کو محسوس کرنے میں ناکام نہیں ہو سکتا، جو صوفی شاعری کی ایک مستقل خصوصیت ہے۔ علامتی زبان کے اس طرح کے استعمال کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال بہت بڑا ہے اور اس کو آسان الفاظ میں ڈالنے کے لئے تخیلاتی پرواز بہت وسیع ہے۔ رومی ایک فطری شے لیتا ہے اور اسے زندگی کی خصوصیات فراہم کرتا ہے جیسے اس کی بنیاد سے

سرکنڈ بانسری کی جسمانی لا تعلقی اور پھر اس علیحدگی کا درد اور پھر عاشق کے ہونٹ کا ایک اور جسمانی لمس اسے زندگی میں لاتا ہے۔ چاہے وہ پہاڑی سینا کا مردہ وجود ہو یا خود شاعر، محبوب کا جسمانی لمس انہیں زندگی میں لانے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ایک فطری شے، محبت کا تصور، محبوب کا لمس اور خدا کی وحی کو ایک علامتی استعمال میں لایا جانا وحدت سمیت متعدد چیزوں کا مشورہ دے سکتا ہے، تاہم، لارنس کے ساتھ مشترکہ طور پر موجود ایک چیز، معیار زندگی ہے۔ اس اشعار کو پڑھتے ہوئے ہمارے آس پاس رقص کرنے والی زندگی کے مادے کو کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا۔

تھامس ہارڈی کے مضمون میں لارنس اپنے دل کی کہانی سناتا ہے، کیوں کہ اس میں وہ فرد کو اس کے خستہ حال معمول سے نکالتا اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داری کو پیچھے چھوڑ کر آئندہ کی منصوبہ بندی کو چھڑا دینا ہے کیوں کہ اس کے مطابق پہلے حال کو زندہ کریں اور خود اپنا اسٹار بنو، یہی بات اہم ہے۔ آپ کی اپنی جان اور جسم کی اس سے زیادہ ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔ کسی کو اپنے جسم اور جان سے باہر نہیں رہنا چاہئے، پہلے اپنے اندر رہنا چاہئے، گو بھی کی طرح نہیں رہنا چاہئے اور خود کو اندر سے بوسیدہ ہونے دینا ہے۔ گو بھی اور دوسری جنگ عظیم میں ایک سپاہی کی مثالوں سے خود کو بچانے اور اخلاقی جرات کے بارے میں ایک ہی کہانی سنائی جاتی ہے، کیونکہ لارنس نہ تو بوسیدہ خود کو برقرار رکھتا ہے اور نہ ہی خود کو جنگ کی آگ میں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے معاشرے کو ہماری اخلاقی جرات کی اتنی ضرورت نہیں ہو سکتی ہے جتنی کہ ہمارے اپنے باطن اور ہمارے جسم و جان کو ہماری توجہ کی ضرورت ہو۔ لارنس نے ایک بار فریڈا کی بیٹی سے کہا تھا کہ، "خود کو مت چھوڑو۔ آپ شاید بعد میں اپنے آپ کو چاہیں" (۱۹۷۹، صفحہ ۲۴۵)۔ وہ مغلوب تحریک کی خواتین سے کہتے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ اور ووٹ ڈالنے کا حق نہیں ہے جو آپ کو بہتر زندگی بخشنے، معاشرے کے اجتماعی فیصلے کے ذریعہ حقیقی زندگی گزارنا ممکن نہیں، یہ ایک انفرادی عمل ہے۔ زندگی کا کام انفرادی شعلے کا ایک صاف پھٹنا ہے جیسے پوست کا پھول اور پرندے فینکس کے شعلوں میں بھڑک اٹھنا۔ یہ اجتماعی دانشمندی کا خیال نہیں ہے کہ پارلیمنٹ میں اس پر بحث کی جائے اور قانون کی کھوج میں ڈالا جائے۔

رومی نے فرمایا "دنیا سونے کی کھدائی سے بھری ہوئی ہے، / لیکن خود وہیں ہیں جہاں سونے کی کھدائی ہوتی ہے۔ /، نبی نے فرمایا "آدمی کانوں کی طرح ہیں 'نفس چاندی اور سونے کی کان ہے، / اور قیمتی جواہرات سے بھرا ہوا ہے" (۱۹۷۹ء، صفحہ ۲۱۵)۔

مزید برآں، اسی وقت کے بارے میں جب لارنس نے ہارڈی مضامین لکھے اور آخر کار دی سسٹرز کا پہلا ڈرافٹ لکھا جو بالآخر ان کے دو سب سے اہم ناول دی رینوائنڈ وین ان لو میں شامل ہو گیا ہے، تو ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ لارنس نے اپنے استعارے کی نظریات کی تشکیل کا آغاز کیا ہے جس میں بہت سارے نقاد لارنس کے فلسفے کو تاریک خداؤں اور لارنس کو اپنا مذہب کہتے ہیں۔ جنوری ۱۹۱۳ء میں لارنس نے جیزی میں ارنسٹ کوئنگز کو لکھے گئے خط میں اپنے نفس کی جوش اور شعور کے اندرونی نفس پر اپنے یقین کی وضاحت کی،

میرا عظیم مذہب عقل سے زیادہ عقلمند ہونے کے ناطے لہو اور گوشت کا ایک عقیدہ ہے۔ ہم اپنے ذہنوں میں غلط ہو سکتے ہیں۔ لیکن جو ہمارا خون محسوس کرتا ہے اور مانتا ہے اور کہتا ہے، وہ ہمیشہ سچ ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے خون کا جواب دینا، براہ راست، دماغی مداخلت کو روکنے کے بغیر، یا اخلاقی نہیں۔ میں انسان کے جسم کو ایک طرح کے شعلے کی طرح، موم بتی کے شعلے کی طرح ہمیشہ کے لئے سیدھا کھڑا کرتا ہوں (۱۹۸۱ء، صفحہ ۵۷)۔

وہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھتا ہے کہ ہم اپنی ذہانت میں شعلے کو، خود ہی روشنی کے منبع کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے بجائے اپنے ارد گرد کی ایسی چیزوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں جن سے ہماری داخلی روشنی روشن ہوتی ہے اور نمایاں ہوتی ہے۔ اسی خط میں وہ ان الفاظ میں محبت اور عورت کے بارے میں بھی بات کرتا ہے، جس عورت سے میں محبت کرتا ہوں وہ مجھے نامعلوم افراد کے ساتھ براہ راست رابطے میں رکھتا ہے، جس میں دوسری صورت میں میں تھوڑا سا کھو جاتا ہوں، یہ دلچسپ بات ہے کہ لارنس یہاں اس طرح کی اہمیت کو بیان کرتا ہے، جس کا مطلب ہے، یہ اس کی رفاقت، رشتہ اور گوشت کا لمس ہے جو بات چیت کو کھلا اور کائناتی حقائق کو ظاہر کرتا ہے یہ خیال صرف لفظ ہی نہیں بلکہ لارنس کی مذہبی حساسیت کے بارے میں بنیادی

فرق بتاتا ہے اور خدا کے متفقہ کائناتی نقطہ نظر اور مذہبی سچائی اور الفاظ اور فرمانوں کے ذریعہ الوہیت اور خدائی مواصلات کے آر تھوڈوکس نظریے کی الگ شخصیت دیتا ہے۔ روایتی مذہبی روایت میں، گوشت انسان کی بات چیت اور انسانی تعلق سے کم اہم چیز ہے۔

خدا کا ابراہام صرف الفاظ میں بات کرتا ہے اور اپنے نبی کو مطلوبہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسی طرح سچائی کو موسیٰ کے الفاظ میں انکشاف کرتا ہے چاہے وہ لکھا ہوا ہے یا بولا گیا ہے۔ اگرچہ موسیٰ کے معاملے میں اسرار نے ایک لمحے کے لئے اپنے آپ کو موسیٰ پر ظاہر کر دیا لیکن خدا کی روشنی نے نبی کو آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور وہ اس تجربے کو پھر سے گریز کرتا ہے۔ بہر حال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہانی نے لارنس اور قرون وسطیٰ کے فارسی صوفیوں کو بڑی حد تک واضح طور پر دلچسپ بنایا ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور اس کے وجود کا معجزہ ہوتا ہے جس کی لارنس اور صوفیا پیروں کرتا ہے۔ اسی طرح، فارسی صوفیاء کے نزدیک یہ اسلام کی پیغمبری کی اعلیٰ شخصیت اور صوفیانہ راہ ہے جو ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۵ء تک کے ان خطوط میں، محل کرنے کے کی خواہش کو کسی مادی معنویت سے نہیں بلکہ کائنات کے ساتھ اس کے وابستگی کو حقیقت کی نظریاتی تعاقب میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت کے دوران وہ مختلف خیالات اور دلائل کے ساتھ آتا ہے۔ لیکن کچھ متواتر نظریات اور کچھ مخصوص علمی مقام پر زور دیا جاتا ہے جو اسے زندگی یا نقطہ نظر کے اپنے عمومی خیال میں کافی حد تک ناگوار بنا دیتے ہیں۔ فوری طور پر، مرد اور عورت کے رشتے کے لئے ماورائی اہمیت کا خیال، انسانیت کی وحدت اور انسانی تاریخ کی غیر منطقی یا غیر معقول تفہیم، انگلینڈ میں اس وقت خط کے بہت سارے اہم لوگوں کے ساتھ اس کے نامہ نگاروں کے کچھ متواتر موضوعات ہیں۔ لارنس نے اس وقت کے آس پاس کے اپنے بہت سارے خطوط میں اپنے فن اور فلسفہ زندگی کے بارے میں ان کی رائے کا ایک بہت بڑا انکشاف کیا ہے۔ گورڈن کیمبل کو لکھے گئے اپنے خط میں انہوں نے انھیں فرائیڈیڈمان کہلانے کی مذمت کی ہے جو ان کے خیال میں میڈیکل سائنس کی ایک شاخ ہے۔ لیکن اس نے ان 'خواتین' کی ماورائے قدر کے اعتقاد پر زور دیا جو ان کے خیال میں نسائی سے مختلف ہے۔ عورت کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ وہ روح اور خیال کی تشکیل میں شرکت دار ہے، وہ اپنے "فخر" یا

"دعوے" کے لئے خاتون کی ملکیت پہ یقین نہیں کرتا۔ وہ کیمبل سے کہتا ہے کہ، ہم اپنے اندر کی گہرائی میں زندگی کے بے حد غیر انسانی معیار کا ادراک کرنا چاہتے ہیں جو حیرت انگیز ہے اور زندگی کا نامعلوم ذریعہ ہے۔ اس کے لئے نہ تو جذبات، اور نہ ہی ذاتی جذبات، اہمیت رکھتے ہیں، کیونکہ یہی چیزیں عام لوگوں اور عام فن سے متعلق ہیں۔

تاہم، قریب سے دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ لارنس جو کچھ قائم کر رہا ہے وہ ایک کائنات ہے جس میں کائنات کا معروف اور سمجھدار ٹکڑا صوفی اصطلاحات میں اس کا ایک حصہ ہے یا زیادہ درست طور پر وجود کے اعلیٰ انجان دائرے کا مظہر ہے۔ لارنس کے خیال میں ہمارے اندر کچھ نامعلوم یا کم از کم ناقابل برداشت قوت موجود ہے جو ہمیں ناقابل تصور نمونوں کی تشکیل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ بعض اوقات ہم اپنی تخلیقی صلاحیتوں میں اور اپنے تفریحی مقامات میں بغیر کسی توقع کے اور نہ جانے کیسے نئی منزل پر کود جاتے ہیں۔ جیسا کہ رابرٹ مونگمری نے نوٹ کیا ہے کہ، "لارنس ہمیں عالمگیر کی طرف، دوسرے لفظوں میں، مذہبی جہت کی طرف بڑھنے، بیداری کی گہری سطح پر گامزن کرنا چاہتا تھا" (۱۹۹۴، صفحہ ۲)۔

زیادہ تر نقاد اس بات پر متفق ہیں کہ لارنس ایک فنکار کی حیثیت سے دنیا کو مختلف روشنی میں دیکھنے یا سراگ تلاش کرنے کے لئے پیچھے مڑتا ہے۔ وہ وجود کے ہونے کو عقل سے ماوراء سمجھتا ہے۔ جدید عقلی سوچ میں لارنس کو جس چیز سے نفرت ہے وہ کچھ ایسے رویے ہیں جو انسانی تخیل اور الہی کے ذاتی تجربے کو کم کرتے ہیں۔ اس نے اپنی تحریروں میں دو ایسے رویوں اور تاثرات پر تیزی سے حملہ کیا ہے جن میں خود پسندی کی خواہش اور "علمی تقویت ہے۔ علم کے بارے میں وہ خالصتاً عقلیت پسند رویوں کے بارے میں وکٹورین دور کی سائنسی ثقافت کو انسان کی سمجھ بوجھ کو ایک چکاچوند کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ جدید انسان کی طرح مضبوط عقلی اور خود پرستی کی خواہش کی بجائے، وہ "نئے خیال" پر زور دیتا ہے جو خدائی کے بارے میں ہماری تفہیم کو زندہ کرے جو خدا کے علم یا زندگی کے علم کو ایک نئی شکل دے۔ وہ جدید تہذیب کو وسیعظیم منزل سمجھتا ہے جس پر حضرت عیسیٰ اور فرانسس اور وہٹ مین چلتے تھے۔

ایمرسن جیسے ماہر مصنفین، جو لارنس نے ایک نوجوان کے طور پر پڑھا تھا اور جس نے اسے بے حد متاثر کیا تھا، اس پر صوفی فکر اور ادب کے اثر و رسوخ کا انکشاف انگلینڈ اور امریکہ میں اپنی فارسی شاعری میں جان ڈی یوہانن (۱۹۷۷) جیسے محققین نے کیا ہے۔ رومانویت کے اس شعبے میں جس کا تعلق لارنس سے ہے جو اس کے بدیہی اور بے ساختہ فن اور زندگی سے متعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفی طرز فکر نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور قرون وسطیٰ کے فارسی صوفی ادبی خزانوں کو جدید یورپ میں لانے والے تاریخی اور ادبی روابط کو نظر انداز کرنے میں بھی عیاں ہے جرمنی کے رومانٹک کے بارے میں لارنس کا ہولڈرلن سے گونے تک پڑھنا، ان کی کارلائل اور ایمرسن کی تعریف اور انگریزی رومانٹک کے ساتھ ان کا قریبی ادبی تعلق اس امر کو قابل فہم بنادیتا ہے کہ اس روایت میں لکھنے والے دوسرے لوگوں کی طرح صوفی کائنات نے بھی اپنے خیالات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ لارنس نے اپنے کینوس کی تلاش کی جس پر اپنے خیالات کو رنگ بھرنا اس کے اسکول کے دنوں میں آتا ہے۔ جی جیمبرز کے اکاؤنٹس میں لارنس نے تمام جدید انگریزی مصنفین اور بیشتر روسی اور فرانسیسی کلاسیکی پڑھی۔ جیمبرز کے ریکارڈ کے مطابق "انہوں نے درحقیقت انگریزی کے تمام جدید مصنفین کو پڑھا تھا"

جیمبرز نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ لارنس اس دوران بشپ برکلے کو پڑھ رہا تھا اور انیسویں صدی کے مغربی ادب اور فلسفہ کی اہم تحریروں کی ایک فہرست ہے وہ کہتی ہے "ان کی ساری پڑھائی میں ایسا لگتا تھا کہ وہ اس چیز کے بارے میں سوچ رہا ہے جس کے بارے میں وہ گرفت میں رہ سکتا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنی ذاتی ضرورت کے زاویے سے اپنی تمام فلسفیانہ پڑھنے پر غور کرتے ہیں" (۱۹۸۰، صفحہ ۱۳)۔ جیمبرز کے مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ لارنس روایتی مذہبی عقائد کے نظام اور اخلاقیات کے علاوہ دنیا کی مادیت پسندی اور عقلیت پسندانہ تفہیم کے متبادل کے علاوہ بھی کچھ تلاش کر رہا تھا۔ مذہبی تبدیلی کے لیے ان کی جستجو نے انہیں شاید فارسی صوفی شاعروں کے صوفیانہ ادب سے رابطہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں اپنی ابتدائی کاموں میں "خام جذباتیت" پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور مذہبی تبدیلی کے ذریعہ اپنی روح کو بہتر بنا کر اپنی تحریر کو بہتر بنانا چاہتے ہیں (لارنس، ۱۹۷۹، صفحہ ۴۹)۔

صوفی فکر کا ثبوت دینے والے ان کے نظریات اور رابطوں کے علاوہ، لارنس کے صوفی ادب سے تصادم کی بھی دوسری ٹھوس مثالیں ہیں۔ خیام کی صوفی شاعری وہ واحد غیر مغربی ادبی عبارت ہے جس کا ذکر چیمبرز لارنس کی پڑھنے کی فہرست میں کرتا ہے۔ لارنس اس وقت تک صوفی اشعار پڑھنے والی عوام کی فہرست میں ایک لازمی اضافہ بن چکے تھے۔ لارنس کے گھر میں فارسی اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ادب دستیاب تھے۔ چیمبرز نے لارنس کے گھر پر مشہور ادب کے بین الاقوامی کتب خانہ رچرڈ گارنیت کے بیس جلدوں کو نوٹ کرتے ہیں۔ گارنیت کی بشریات میں رومی سے لے کر سعد اور حافظ تک صوفی شاعری کے بہت سارے حصے ہیں۔

شادی سے متعلق لارنس کے ایک ماموں، فرٹز کریٹکو، ایک مستشرقین تھے جنہوں نے بہت سارے عربی متن کو جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔ بولٹن نے کریٹکو کو لارنس کی فکری زندگی میں ایک بہت بڑا اثر و رسوخ قرار دیا ہے، وہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ کریٹکو کے 'بڑے پیانے پر دانشورانہ اثر و رسوخ کو ایک پینٹر کی حیثیت سے لارنس کو اپنی اہلیہ کی دلچسپی سے تقویت ملی' اور یہ کہ نوجوان لارنس پر کریٹکو کی دانشورانہ توانائی سے وابستگی ان کا اثر پانے میں ناکام نہیں ہو سکتی "" (لارنس، ۱۹۷۹، صفحہ ۷-۸)۔

لارنس اپنے ماموں کے گھر سے ۱۹۰۸ میں لکھتا ہے، "میرے دوست یہاں کتابیں ہیں۔ کتابوں کے سوا کچھ نہیں انکل ہمیشہ عربی میں کام کرتے رہتے ہیں، اور میں فرانسیسی زبان میں پڑھ کر بیٹھ جاتا ہوں، کاش کہ میں ہسپانوی اور اطالوی سے نمٹ سکتا ہوتا۔ یہاں ایسی بہت سی لذت بخش کتابیں ہیں۔" (صفحہ ۸)۔ بولٹن کے مطابق، ایک جرمن شہری، کرین ناکے، اپنے فارغ وقت میں عربی متون کے ایڈیٹر اور مترجم کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ انہوں نے کرین ناکے کی کامیابیوں کو مزید بیان کیا، "۱۹۰۷ء سے انہوں نے رائل ایشینک سوسائٹی اور دیگر سیکھنے والے جرائد، جن میں بنیادی طور پر جرمن جریدے میں کثرت سے شائع کیا۔ طفیل ابن 'وف الغنوی کی نظموں کا ان کا ایڈیشن اور ارات رمہ ابن منکیم عطوی ۱۹۰۶ء میں تیار تھا" (لارنس، ۱۹۷۹، صفحہ ۸)۔ بعد کی زندگی میں انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا اور علی گڑھ کی مشہور مسلم یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر بن گئے۔

۱۹۱۶ اور ۱۹۱۷ میں اپنے کارن وال سالوں کے دوران، لارنس کے پڑوسیوں میں سے ایک میر ڈیٹھ اسٹار تھا۔ اسٹار ایک برطانوی جادو گری اور شاعر اور دی اوکولٹ ریویو کا مصنف تھا، ایک مصوری ماہانہ جریدہ جس میں اس دن کے متعدد قابل ذکر جادو گروں کے مضامین اور خط و کتابت تھی، جس میں ایلیمسٹر کرولی، آر تھریڈور ڈویٹ، ڈیلیوایل، ولشرٹ، فرانز ہارٹ مین، فلورنس فار، اور ہر برٹ اسٹینڈریڈ گرو شامل تھے۔ بعد میں وہ ایرانی نسل کے مشہور ہندوستانی روحانی استاد مہر بابا کو یورپ لایا۔ مہر بابا نے ایک صوفی بزرگ سے ملاقات کے بعد عمر بھر کی روحانی جدوجہد کا آغاز کیا جب وہ انیس سال کے تھے۔ اسٹار نے 'ایسٹ اینڈ ویسٹ' کے نام سے ایک ڈرامے کا اہتمام کیا جس میں لارنس نے اگست ۱۹۱۷ میں دیکھنے کا ذکر کیا تھا۔ ایسٹ اینڈ ریوز کو لکھے گئے خط میں، لارنس نے اس کنسرٹ کے بارے میں سینٹ ایوس میں اسٹار کا مرتب کردہ مشرق اور مغرب کے بارے میں بات کی ہے اور ایک منظر بیان کیا ہے، منظر اول، لیلیٰ اور مجنون آیا اور رومیو اور جولیٹ ("لارنس، ۱۹۷۹، صفحہ ۱۵۱)۔ لیلیٰ مجنون کی کہانی صوفی ادب میں محبت کے پسندیدہ استعاروں میں سے ایک ہے۔

لارنس کے ابتدائی مطالعہ جس میں بلیک اور عمر خیام کی صوفیانہ شاعری اور ایمر سن اور کارلائل کی نظریاتی تحریریں جو انہوں نے اپنے کالج کے دوران جیسی چیمبرز کے ساتھ پڑھی اور اس پر گفتگو کی جو انہیں روحانی سفر پر لے جاتی ہیں۔ چیمبرز ریکارڈ کرتے ہیں کہ لارنس نے انہیں کس طرح "عمر خیام کی روایت" دی اور وہ اسے "بلیک کے بے گناہی کے گانے اور تجربے کے گانے" پیش کرتی ہے۔ وہ یہ بھی یاد رکھتی ہے کہ سن ۱۹۰۶ کے دوران لارنس نے "ایمر سن کے مضامین کو پڑھا اور پسند کیا اور تھوریو کے والدین پر بے دردی سے جوش و خروش میں مبتلا ہو گئے پھر ہم کارلائل لائے ہم نے ہیر واور ہیر وکی عبادت اور سارتر ریٹس کو بھی پڑھا" (۱۹۸۰، صفحہ ۱۰-۲)۔ لارنس نے بعد میں اپنی تحریروں میں مذہبی تبادلوں، روح کی آزادی، کسی کے دل کو سننا، حقیقی معنوں میں الہی کا تجربہ کرنا اور کائناتی سچائی کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لارنس کی استعاراتی چنگنی اس کی زندگی کے اوائل میں آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اچانک مذہبی سچائی میں تبدیلی کا

خواب پورا نہیں ہوا لیکن لارنس کی تحریروں سے موڈ، منظر کشی اور علامتوں کے استعمال میں ان کے دوسرے ناول سنز اور پریمیوں کے بعد زبردست تبدیلی نظر آتی ہے۔

بعد میں ناول جیسے دی رہنما اور خاص طور پر ویمن ان لوایک مختلف منصوبہ بندی کرتے نظر آتے ہیں۔ دونوں ناول روایتی شکل اور ناول تحریر کی ساخت سے دور ہیں۔ یہ سفر اتنا مکمل تھا کہ اس نے انگریزی قارئین کو اپنے تاریک نظریاتی بادلوں اور بائبل کے موضوعات کی نئی ترجمانی سے حیران کر دیا۔ لارنس کے کام کی وجہ سے برٹریڈرسل جیسے وکٹورین اخلاقیات اور روایتی طور پر مذہبی لوگوں کے درمیان تنازعات پیدا ہوئے۔ لارنس کو اس کے سفر کا علم تھا اور وہ جانتا تھا کہ وہ اس سفر میں تنہا ہے۔ اس نے مستقل طور پر اپنے جیسے دوسرے لوگوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن ان میں سے بیشتر نے اسے مایوس کیا۔ لارنس نے ۳۰ اگست ۱۹۱۷ کو ایملی کوئل کو اپنے خط میں اپنے ناول ویمن ان لو کی اشاعت کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا، "کوئی بھی میرا ناول ویمن ان لو شائع نہیں کرے گا۔ یہ میرا بہترین کام ہے۔ پبلشرز کا کہنا ہے کہ 'یہ انگریزی عوام کے لئے بہت مضبوط ہے، بچاری انگریزی عوام، جب یہ تھوڑی روحانی انتہیلٹکس کا مقابلہ کرے گی۔'" (لارنس، ۱۹۷۹، صفحہ ۱۵۳)۔ لارنس نہ صرف اپنے کام سے عام لوگوں کی بیگانگی سے آگاہ ہیں، بلکہ وہ ان وجوہات کو بھی جانتے ہیں جو ان کے ناول کو انگریزی عوام کو آسانی سے ہضم نہیں کرنے دیتیں۔ لارنس کا روحانی سفر ہمیں لارنس کے ابتدائی جذباتیت سے لے کر وہ من ان لو کے بعد کے استعارہ نتائج اور دوسرے کاموں کی ادبی طرز کی تبدیلی کی کہانی سناتا ہے جب وہ ادبی ادیب کی حیثیت سے مشہور ہو جاتا ہے تو وہ فلاسفر برٹریڈرسل، لیڈی سنٹھیا آسکیتھ، ایملی لوول، لیڈی اوٹولین مورریل، ای۔ ایم فورسٹر، جان مڈلٹن مری جیسے لوگوں سے کچھ بہت ہی بااثر دوستی کرتا ہے۔ ان میں سے دو افراد ان کی تحریروں پر اثر انداز ہونے کے لئے ٹھوس کوشش کرتے ہیں، بائیں بازو کے مصنف، ناشر اور فیسبین معاشرے کے رکن فورڈ میڈوکس بیفر (بعد میں فورڈ) نے لارنس کو کوئلے کی کان کنی کے پس منظر سے تعلق رکھنے والے ایک مزدور طبقے کی باصلاحیت شخصیت کو دیکھا اور جیمز لارنس، ہیوفر کے مابین ایک ملاقات کو یاد کرتے ہیں۔ اور ایک ایسی

خاتون دوست ہیوفر کے بارے میں بات کرتا ہے۔ چیمبرزنوٹ کرتے ہیں کہ لارنس کلاس سوال سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ لارنس نے ہیوفر کی بے حد تعریف کی لیکن اس نے کبھی اپنا رخ نہیں بدلا۔

ہیوفر، رسل، مری اور فورسٹر جیسے لوگوں سے ملاقات میں لارنس کی تصوف سمیت مشرقی تصوف کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہونا ضروری تھا۔ یہ سب لوگ مشرقی ادب سے واقف تھے جو اٹھارہویں سے انیسویں صدی تک یورپ پہنچ چکے تھے۔ فورسٹر نے مصر اور ہندوستان کے دوروں کے بعد ۱۹۲۴ میں اپنا مشہور ناول اے پیسج ٹو انڈیا 'A passage to India' لکھا جس میں وہ اوٹینیل صوفیانہ تھیمز اور نقوش کا استعمال کرتے ہیں۔ لارنس کے کیریئر پر ادبی مصنف کی حیثیت سے ہیوفر کے اثر کو بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ ہیوفر صرف بحیثیت مصنف لارنس کے کیریئر کا آغاز نہیں کرتا، بلکہ اسے ادب کی وسیع دنیا سے بھی ضروری رابطے مہیا کرتا ہے۔

لارنس اور ہیوفر کے انگریزی جائزے کے درمیان ایک خاص رشتہ یہاں قابل ذکر ہے۔ بولٹن نے نوٹ کیا ہے کہ، ہیوفر نے "لارنس اور ریویو 'Review' کے درمیان ایک رابطہ قائم کیا جو ۱۹۲۳ تک برقرار رہا" (۱۹۷۹ء، صفحہ ۱۳)۔ بولٹن کے مطابق ریویو کے تقریباً پینتیس امور میں لارنس کا کام شامل تھا۔ انگریزی ریویو کے بارے میں ایک اہم حقیقت، جس میں اس نے فارسی صوفی ادب اور فکر سے لارنس کے ممکنہ تصادم کے لئے ایک اہم کردار ادا کیا، وہ یہ کہ اس کی مالی اعانت ایران کے باہر سب سے بڑے فارسی اسکالر، کیمبرج پروفیسر ایڈورڈ گرینول براؤنی نے کی۔ بولٹن نوٹ کرتے ہیں کہ جب میگزین مالی طور پر ناکام ہو رہا تھا تو پروفیسر براؤن نے اس کی تائید کی تھی، جس نے خود جائزہ کے لیے لکھا تھا۔ لارنس نے پروفیسر براؤن کی کچھ تحریریں اور دیگر مشرقی کام ضرور پڑھے ہوں گے جن کی اشاعت کو پروفیسر براؤن اہم سمجھا تھا اور جس کے لئے اسے پرنٹ میں ہی رہنا چاہئے۔ براؤن فارسی کے سب سے مشہور اسکالرز میں سے ایک ہیں، ایران میں آج بھی ان کے نام کی بہت عزت کی جاتی ہے اور فارسی ادب کے لئے ان کے کام کو سراہنے کے لئے تہران میں ان کا ایک مجسمہ موجود ہے۔

جیمبرز کے ذریعہ ایک اور واسطہ جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہے ۱۹۰۹ میں لارنس کی اے آر اور تچ سے ملاقات۔ اور تچ دی نیو تچ کایڈیٹر تھا جسے لارنس باقاعدگی سے ایک وقت کے لئے پڑھتا تھا۔ اور تچ جارچی ایوانوچ گورڈ جیف کا شاگرد تھا جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ترکی، وسطی ایشیاء اور ہندوستان گیا تھا اور وہاں باطنی اور جادوئی علم سیکھا تھا۔ گورڈ جیف نے بعد میں فرانس میں انسٹی ٹیوٹ فار ہارمونس ڈویلپمنٹ آف فرانس قائم کیا جہاں لارنس کی قریبی دوست کیتھرائن مین فیلڈ ۱۹۲۳ میں فوت ہو گئی۔ اگرچہ لارنس نے گورڈ جیف کے جادوئی طریقوں کی منظوری نہیں دی لیکن شاید وہ صوفی متن اور نظریات کے ذریعہ اپنے خیالات اور صوفی متن کے نظریات سے آگاہ ہوں گے۔

مزید برآں، لارنس کی تھیوسوفیکل سوسائٹی آف ہیلمینا پیٹر وینا بلیواٹسکی اور اینی بسنت میں دلچسپی نے انہیں بہت سے صوفی خیالات سے متعارف کرایا ہے۔ اگرچہ بلاواٹسکی کی ایک انسانیت کے بارے میں بیان بازی ایک مذہب اور اس کی سستی روحانیت پر تنقید کی جاتی ہے، لیکن جہاں تک لارنس کے جدید مادیت پسندانہ دانشوریت کا تعلق ہے، وہاں تھیوسوفیکل سوسائٹی اور اس طرح کے بدیہی علم کے فروغ کے نظریات شیر کیے۔ ولیم یارک ٹنڈل (۱۹۳۹) تھیورسفسٹ اور ایمرسن، تھور واوریت جیسے لوگ بھی اس دور میں دلچسپی رکھتے ہیں جس دور میں لارنس لکھتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ایمرسن اور تھور وکی میں دلچسپی لارنس کو فارسی صوفی فکر اور ادب میں شامل کرتی ہے۔ لارنس کا 'منجی مذہب' اور علمی حیثیت کچھ مشرقی نظریاتی روایات جیسے صوفیانہ فکر کے مطابق ہے۔ تاہم وہ بلیڈواٹسکی کے خیالات کو اتنا غیر یقینی طور پر نہیں لیتا جتنا ٹنڈل کے تجویز کردہ ہے۔ بلاواٹسکی، واٹ مین کی طرح، ایک اجتماعی انسانیت کا چیمپئن بناتا ہے اور فرد کو نظر انداز کرتا ہے، جو روحانی حقیقت پسندی کے طور پر لارنس کو مسترد کرتا ہے۔ لارنس کے لئے یہ دوسرا راستہ ہے، یہ کائنات مانکرو کو مزم ہے جس میں میکرو کم ہے نہ کہ کائنات کا میکرو کم جس میں انفرادی زندگی کے مانکرو کو مزم کو جذب اور نفی کرنا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں، "ایک چھوٹا سا فرد تھوڑا سا انفرادی زندگی گزارنے والا نہیں ہے، بلکہ وہ خود ہی پوری انسانیت میں ہے" (لارنس، ۱۹۷۹، صفحہ ۳۰۲)۔ جیسا کہ ولہن لارنس کے انسانی تعلقات کے مضمحل نظریہ کے سلسلے میں مشاہدہ

کرتے ہیں، 'جو اسلسلے میں تھیسوفسٹس اور یونانیوں سے مختلف ہے، لیکن کارپینیٹر اور کبلیسٹک کے انسانی تعلقات کے نظریات سے ملتے ہیں جو صوفیانہ طور سے انسانی تعلقات کو جسمانی طور سے الگ نہیں سمجھتے۔ (وہیلان، ۱۹۸۸، صفحہ ۱۰۷)۔

نتائج

اس مقالے میں میں نے لارنس کے صوفی ادب سے ربط کے تعلقات کو تصورات کے لحاظ سے قائم کرنے کی کوشش کی ہے جیسے کہ محبت کے سکیولر سلوک اور کائناتی وژن۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ بہت سارے مواقع ایسے ہیں جہاں لارنس صوفی ادب میں آئے ہو۔ لارنس ایک ایسے ماحول میں لکھتے ہیں جہاں صوفی ادب اپنے دور کے ادبی حلقوں میں وسیع پیمانے پر دستیاب اور قابل تعریف ہے، اس کے علاوہ اپنے ہی گھر اور اپنے ماموں کی لائبریری میں صوفی ادب کی موجودگی کے بھی ثبوت موجود ہیں جہاں وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تاہم، مذکورہ بالا گفتگو لارنس کے صوفی ادب کی دستیابی تک محدود نہیں ہے۔ یہ لارنس کی ابتدائی روحانی تحریروں میں صوفی تقسیم کے متوازی وجود اور تصورات کو نوٹ کرتی ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ لارنس کی زندگی سے متعلق مادیت پسندی اور میکا کی نقطہ نظر سے انکار اور تھامس ہارڈی مضمون، دی ولی عہد اور حقیقت کا امن جیسے تصنیف میں مذہبی علامت کے استعمال نے انہیں صوفی کائنات کے بہت قریب کر دیا۔ دلیل یہ ہے کہ لارنس نے مذکورہ بالا مضامین کی روحانی تحریروں اور ان کی زیادہ اہم ادبی تصنیفات جیسے ریمبو اینڈ ویمن ان لو میں جس کا آغاز کیا تھا اسے جسمانی طور پر دی جانے والی اہمیت کے ساتھ ثقافتی آزادی پیدا کرنے کے لئے ایک محرک قرار دیا جاسکتا ہے۔

تاہم، لارنس نے اوپر دیئے گئے پوسٹ کے پھولوں میں زندگی کے ایک واضح ڈسپلے کی حیثیت سے اس کے وژن میں جو تجویز کیا ہے اور اس کا پہلے ذکر کردہ گارنیٹ کو اپنے خط میں وہی نہیں ہے جیسے ٹیری ایگلٹن (۲۰۱۲) اور دیگر ثقافتی کے مترادف ہیں۔ جسم اور ایسوسی ایشن کے نظریات اور جنسی آزادی کا مشاہدہ ہم ۱۹۶۰ اور ۱۹۷۰ کی دہائی میں کرتے ہیں۔ لارنس نے اندر سے روح اور جسم کی آزادی کا تصور کیا۔ وہ فتح کے اس لمحے میں زندگی کی جسمانی نمائش چاہتا ہے، یہ جنسی آزادی کی وکالت سے مختلف ہے کیونکہ بہت سارے نقاد

لارنس کے ثقافتی اثرات کے حوالے سے تجویز کرتے ہیں۔ اس میں جنسی آزادی جیسی چیز شامل ہو سکتی ہے لیکن لارنس جو تجویز کرتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے گارنٹ کو اپنے خط میں دیکھا جہاں وہ عیسائیت کے خوفناک جسمانی نظریہ اور بڑھتے ہوئے ایک کردار کے اخلاقی خلا سے متعلق اپنے اعتراض کی وضاحت کرتے ہیں، وہ نوٹ کرتے ہیں، "میرے نزدیک پرانے زمانے کے انسانی عنصر کی نسبت۔ جو جسمانی ہے۔ غیر انسانیت، انسانیت میں، زیادہ دلچسپ ہے۔ جس کی وجہ سے کسی کو اخلاقی سکیم میں کسی کردار کا تصور کرنا پڑتا ہے جس کا مجھے اعتراض ہے۔" (لارنس، ۱۹۹۷، صفحہ ۷۷)۔ لارنس کا یہاں جنسی طور پر واضح معنی نہیں ہے جب وہ "غیر انسانی" کے ذریعہ 'جسمانی' یا جانوروں کی خواہش کو کہتے ہیں۔ لارنس سے مراد آر تھوڈو کس اور روایتی عیسائی انسانیت ہے جو ظاہر ہے کہ نشا ثانیہ کے بعد کے جدید انسانیت کا ایک حصہ ہے۔ لارنس واضح طور پر چیزوں کی اس روایتی اخلاقی اسکیم سے اور عیسائی اور پنر جرن انسانیت کے بعد کے عنصر سے پوری طرح جانا چاہتا ہے۔

صوفی کائناتولوجی کے ساتھ موازنہ پہلو یہ ہے کہ لارنس ہونے کے تعجب کی تعریف کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے وزیر کو لکھے گئے خط میں اور 'سینٹ پولس' کے الہامی وجود کی روحانی حقیقت کے بارے میں فوری آگاہی میں 'اچانک روحانی تبدیلی' کی خواہش نوٹ کی ہے، لارنس حیرت زدہ ہونے کے لئے اس سے آزاد رہنا چاہتا ہے۔ لارنس رومی سے متفق نظر آتا ہے جب وہ کہتا ہے، "اپنی چالاکی بیچ دو اور حیرت انگیزی خریدو۔ / ہوشیاری محض رائے، حیرت انگیز لاشعوری سمجھ ہے" (رومی، ۱۹۷۹، صفحہ ۱۳۶) لارنس جدید انسان میں عقلی فیصلے کے امکان کو حقیر سمجھتا ہے، جیسا کہ ہم نے رسل کو لکھے خط میں دیکھا ہے اور وہ انسانیت کے احترام کو بھی اتنا ہی حقیر سمجھتا ہے جیسے کچھ معقول صوفیانہ اور روحانی مصنفین نے ان کی تنقید میں وائٹ مین میں لکھا ہے۔ وہ انفرادی زندگی کے جشن کی اہمیت پر زور دیتا ہے جو روحانی نشوونما اور وجود کی تکمیل کا ڈھ ہے۔

نتیجہ اخذ کرنا

صوفیانہ فکر کی روایت اور اثرات کو دیکھتے ہوئے، کوئی بھی جواز کے ساتھ یہ بحث کر سکتا ہے کہ لارنس ایک ایسی پوری فضا میں لکھتا ہے جہاں صوفی متن اور نظریات دستیاب ہوں۔ لارنس کے زمانے میں انگریزی

اور دیگر یورپی زبانوں میں صوفی متن کی ترجمانی اور اشاعت کا پیمانہ بے حد وسیع تھا۔ لارنس کو لازمی طور پر اس وسیع ادب سے آگاہی حاصل ہے جو اسے نہ صرف اصل ترجموں کی شکل میں بلکہ دیگر مغربی ادیبوں کے توسط سے بھی پڑھتا ہے۔ خاص طور پر یہ کہتے ہوئے کہ لارنس ایک خاص مغربی روایت میں لکھتا ہے، ایک انتہائی خیالی ادبی مزاج، صوفی روابط کی آسانی سے پہچان کر سکتا ہے۔ لارنس نے ایک ادبی روایت میں لکھا ہے جس میں فن اور فلسفیانہ قیاس آرائی آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ لکھنے کا یہ رویہ لارنس کے فن کو رومانوی اور قرون وسطی کے صوفی اجلاسوں سے جوڑتا ہے جن کے لئے فن کا کام حقیقت کا انکشاف ہے۔

حوالہ جات

۱. بینن، ر۔ R. D. H. Lawrence: The rainbow, Women in love. (Beynon, R) (لندن: پیگلریب، ۱۹۹۷ء)۔
۲. براسرڈ، ای ڈیورا D. H. Lawrence: Mystical poet of earth (Brassard, E. Deborah) (انڈیانا پور ڈیونیورسٹی، ۱۹۴۰ء)۔
۳. کارٹر، فریڈرک D. H. Lawrence and the Body (Carter, Frederick) Mystical. (لندن: ڈنٹس آرچر، ۱۹۳۲ء)۔
۴. چیمبرس، جسی D. H. Lawrence: a personal record (Chambers, Jessie) (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۰ء)۔
۵. ایگلٹن، ٹیری (Eagleton, Terry) The event of literature (لندن: ہیلے یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۲ء)۔
۶. ایلپٹ، ٹ۔ S. (Eliot, T. S.) After Strange Gods. (لندن: فلیور، ۱۹۳۴ء)۔
۷. جونز، کیرولن (Jones, Carolyn) Male friendship and the construction of identity in D. H. Lawrence's novels. Literature and Theology ۹۔ نمبر ۱، ص ۸۴-۶۶۔
۸. کینکید ویکس، مارک D. H. Lawrence: "A Passionately Religious the Sewanee Review-Man" (Kinkead-Weekes, Mark) (جلد ۱۰۹، نمبر ۳، ۲۰۰۱ء)، ص ۳۹۷-۳۹۹۔

۹. لارنس، ڈ۔ح۔ (Lawrence, D. H.) The Letters of D. H. Lawrence Vol. 1, 2: (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۱ء)۔
۱۰. لارنس، ڈ۔ح۔ (Lawrence, D. H.) Movements in European History / D. H. Lawrence. Philip Crumpton (Ed.) (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۸ء)۔
۱۱. لیوس، ف۔ (Leavis, F. R.) D. H. Lawrence, Novelist، (لندن: چٹو اور ونڈس، ۱۹۵۵ء)۔
۱۲. لیوس، ف۔ (Leavis, F. R.)، (لندن: چٹو اور ونڈس، ۱۹۷۸ء) Thought, Words and Creativity: Art and Thought in Lawrence
۱۳. لیوس، لیونارڈ اور مورگن، ڈیوڈ (Lewisohn, Leonard and Morgan, David) The Heritage of Sufism: Late Classical Persianate Sufism. i, ii & iii, iv (آکسفورڈ: ون ورلڈ، ۱۹۹۹ء)۔
۱۴. میٹرز، جیفری (Meyers, Jeffrey) D. H. Lawrence: a biography (لندن: میکملن، ۱۹۹۰ء)۔
۱۵. مونتگمری، رابرٹ (Montgomery, Robert) The Visionary D. H. Lawrence: Beyond Philosophy and Art (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۴ء)۔
۱۶. رومی، جلال الدین (Rumi, Jalalu'Din) The Mathnawi (لندن: ای۔ جے۔ ڈبلیو جب میموریل ٹرسٹ، ۱۹۷۹ء)۔
۱۷. اسپلکا، ایم (Spilka, M.) D. H. Lawrence. A Collection of Critical Essays (پرنسٹن ہال: انگلیوڈ کلیپس، ۱۹۶۳ء)۔
۱۸. ٹینڈل، ولیم یارک (Tindall, William York) D. H. Lawrence and Susan his (نیو یارک: کولمبیا یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۹ء)۔
۱۹. زنگنہ پور، ف۔ (Zangenehpour, F.) Sufism and the Quest for Spiritual Fulfilment in D. H. Lawrence's The Rainbow (گوٹنبرگ: یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۰ء)۔